# طالب علم کا نصاب زندگی

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ
بانی دارالعلوم کراچی

قرآن کریم کی ایک آیت ہے: ﴿فلو لا نفر من کل فرقة منهم طائفة لیتفقهوا فی الدین﴾ یہ آیت تو مختصر سی ہے لیکن درحقیقت یہ اہل علم کا پورا نصاب تعلیم ہے، صرف نصاب تعلیم ہی نہیں بلکہ نصاب زندگی ہے، طالب علم کو، اہل علم کو کیا کرنا ہے؟ ﴿لیتفقهوا فی الدین﴾ تک یہ بات بتائی گئی کہ جو طائفہ علم دین حاصل کرنے کے نام پر جمع ہوا ہے، اس کا کام یہ ہے کہ دین میں سمجھ بوجھ پیدا کرے، محض تعلیم حاصل کرنا مقصود نہیں، دین کی سمجھ بوجھ پیدا کرنا ہے اور سمجھ بوجھ اس کو کہا جائے گا جب علم کے ساتھ عمل بھی ہو۔

**جہل کی حقیقت:**......جس علم کے ساتھ عمل نہ ہو وہ سمجھ بوجھ نہیں کہلاتا، ایسا علم تو شیطان کو بھی ہے، ابوجہل اور ابولہب کو بھی تھا۔ ﴿وجحدوا بها واستیقنتها انفسهم ظلماً وعلوا﴾ قرآن کا اعلان ہے کہ ان لوگوں نے جان بوجھ کر جحود (انکار) کیا تھا، ابولہب، ابوجہل یہ سب حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت سے، رسالت سے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان سے واقف تھے، ناواقف نہیں تھے، جانتے بوجھتے یہ (تکذیب) کرتے تھے۔

ابوجہل کا تو مشہور قصہ ہے کہ بہت سی چیزوں میں اس کا اعتراف پایا گیا، مگر جب اس کو کہا گیا کہ کمبخت تو جانتا اور مانتا ہے اور قرآن کی عظمت کو بھی پہچانتا ہے، تجھ کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم (کی صداقت) کا قوی اعتراف ہے تو پھر مسلمان کیوں نہیں ہو جاتا؟ اس نے کہا کہ بات ساری یہ ہے کہ قبیلوں کی جنگ جیسے ہوتی ہے، اسی طرح بنو ہاشم کا اور ہمارا مقابلہ ہے، سب کاموں میں تو یہ ہوتا ہے کہ بنو ہاشم دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم نے یہ کام کیا تو وہ ہم بھی کرتے ہیں، جتنے کام اچھے سمجھے جاتے ہیں، دنیا میں سخاوت کے، شجاعت کے، بہادری کے، جو عرب میں مشہور تھے، نیک کام، ان سب نیک کاموں میں جو کام بنی ہاشم کہتے ہیں کہ ہم کرتے ہیں تو ہم بھی ان کا جواب دے دیتے ہیں، لیکن اب انہوں نے یہ کہنا شروع کیا کہ ہمارے میں ایک رسول آیا ہے، اس کا ہمارے پاس کیا جواب ہے؟ اس واسطے ہم انہیں رسول نہیں مانتے، نہ

ماننے کا سبب یہ ہے کہ بنی ہاشم کی برتری ہمارے اوپر ثابت ہو جائے گی اور ہمارے پاس اس کا کوئی جواب نہ ہوگا۔

تو بہر حال کہنا یہ ہے کہ جیسے ابلیس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی جانتا ہے اور اللہ اور اللہ کی توحید کو بھی، لیکن ان تمام چیزوں کو جاننے کے باوجود جحود (انکار) کرتا ہے، قریب قریب یہی حال تھا ابولہب اور ابوجہل کا اور دوسرے ان کافروں کا جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے ہیں، جنہوں نے آپ کو پرکھا ہے، دیکھا ہے، آنکھوں سے مشاہدات کئے ہیں، سب کو یقین تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت کا، اس کے باوجود اپنے اغراض دنیوی اور خواہشات کی بنا پر جحود کیا کرتے تھے، میں کہہ رہا ہوں کہ تفقه فی الدین اس کا نام نہیں کہ کسی چیز کو جان لے، یا کسی مسئلہ کو جان لے کہ یہ چیز حلال ہے یا حرام ہے، یہ جائز ہے، مکروہ ہے یا مستحب ہے، اتنا جان لینے کا نام علم نہیں ہے، اتنا جان لینے کا نام فقہ نہیں ہے، فقہ دین کی سمجھ بوجھ کا نام ہے، جس کے پیچھے عمل ہونا چاہئے، جس کے علم کے ساتھ عمل نہ آیا، جس علم پر عمل مرتب نہ ہوا، وہ علم کہلانے کا مستحق نہیں، حدیث کے الفاظ میں اس کو جہل کہا گیا ہے "إن من العلم لجهلا"، یعنی بعض علم جہل ہوتے ہیں، یہ علم کہ جس کے پیچھے عمل نہ ہو وہ علم جہل ہوتے ہیں، یہ علم کہ جس کے پیچھے عمل نہ ہو وہ علم شریعت کی اصطلاح میں، قرآن کی اصطلاح میں، حدیث کی اصطلاح میں علم کہلانے کا مستحق نہیں، وہ جہل ہے۔

**علم کا مقصود اور ہماری کیفیت:**...... تفقہ فی الدین کا لفظ قرآن میں اس لئے اختیار کیا گیا ہے کہ علم کے ساتھ اور اس کے پیچھے پیچھے عمل آئے اور آپ کو یہ محسوس ہو کہ اگر ہم نے ہدایہ پڑھی، قدوری پڑھی، کنز پڑھی، ان معاملات کا باب پڑھا کہ فلاں معاملہ جائز ہے، فلاں ناجائز ہے، یہ حرام ہے، یہ مکروہ ہے، یہ مستحب ہے، اگر ہم بازار میں جا کر اپنے وہ اسباق یاد نہیں کرتے تو ہمارا پڑھا لکھا بے کار ہے، اب تو ہمارا حال یہ ہے کہ کتاب مدرسہ میں پڑھائی جاتی ہے، مدرسہ سے باہر اس کتاب کا کوئی اثر ہمارے وجود میں نہیں ہوتا، معاملات کرنے کے لئے چلیں تو ہمیں کچھ فکر نہیں ہوتی کہ ہم سچ بول رہے ہیں یا جھوٹ بول رہے ہیں، جو جی چاہتا ہے کہہ دیتے ہیں، تجارت کرنا ہو، بیچنا ہو یا خریدنا ہو، جو جی میں آیا، کہہ دیا اور کچھ فکر نہیں کرتے کہ ہم یہ غلط کر رہے ہیں یا صحیح کر رہے ہیں۔

غرض یہ کہ جس علم کے ساتھ معاملات اگر پڑیں تو آپ کے معاملات کی درستگی ہونی چاہئے، محاسبہ کر و اپنے معاملات کا، آداب اور اخلاق پڑھیں، قرآن و حدیث سارا بھرا ہوا ہے ان آداب و اخلاق سے، عادات اور معاشرت سے، سارے قرآن و حدیث میں اس کی تعلیم دی گئی ہے، جو کچھ بھی پڑھا ہے، اس کا اثر آپ کے اعمال پر ہونا چاہئے، دل پر ہونا چاہئے، وہ آدمی پہچانا جانا چاہئے اس چیز سے کہ یہ علم دین پڑھتا ہے، اس کے چہرے سے معلوم ہو، اس کے عمل سے معلوم ہو، پہلے تو عام مسلمانوں کا یہ رنگ تھا کہ محض ان کو دیکھ کر لوگ ان کو پہچانا کرتے تھے کہ یہ مسلمان ہیں "الذين اذا رأو ذكر الله" جن کے چہرے دیکھ کر خدا یاد آتا ہے، خلاصہ یہ کہ کرنے کا کام تفقه فی الدين ہے، دین کی سمجھ بوجھ پیدا کرنا ہے، یہ ساری کائنات کا حاصل ہے، آٹھ برس جو آپ مدرسے میں رہ کر کچھ سیکھیں گے، پڑھیں گے ان سب کا

حاصل یہی دین کی سمجھ بوجھ پیدا کرنا ہے اور سمجھ بوجھ پیدا کرنے کا مفہوم یہ ہے کہ علم کے ساتھ عمل ہو، آپ کے اعمال پر، آپ کی چال ڈھال پر اور آپ کی حرکت وسکون پر علم کا اثر ہو، یہ ہے تفقہ فی الدین۔

**تدبر فی القرآن کی اہمیت:**......آگے اس کے بعد دوسرا نمبر یہ بتایا گیا کہ علم دین پڑھنے کے بعد کیا کرنا ہے؟ قرآن کریم کے الفاظ کی حقیقت یہ ہے کہ قرآن میں تدبر کرنا، غور وفکر کرنا، اہل علم نے چھوڑ دیا ہے، عوام تو بچارے کیا کریں؟ الفاظ قرآن کو دیکھتے ہی نہیں کہ قرآن کیا چاہتا ہے، اگر غور کریں تو قرآن کے ایک ایک لفظ میں عجیب عجیب ہدایتیں ملتی ہیں، ابھی جیسے میں نے کہا کہ قرآن نے لیتعلموا الدین نہیں کہا ''لیتفقهوا فی الدین'' کہا ہے۔ یہ الفاظ بدل دیں، اتنے سے الفاظ بدلنے سے معانی میں ایک بڑا انقلاب آجائے گا، اس کا حاصل تفقہ فی الدین ہے اور اسے آپ کو حاصل کرنا ہے جس قیمت پر بھی ہو اور یہ بھی معلوم ہو گیا، جیسے میں نے پہلے کہا تھا کہ جب تک پورا کا پورا اپنا وجود اور اپنی توانائی اس علم کے پیچھے نہیں خرچ کرو گے تفقہ فی الدین نہیں آئے گا۔

**دینی طلبا کی کوتاہ نظری:**......آگے فرمایا جاتا ہے کہ تفقہ فی الدین حاصل ہو گیا، آپ مدرسے سے پڑھ کر فارغ ہو گئے اور فرض کرو جیسا ہونا چاہئے، ویسے ہو گئے، دین کی سمجھ بوجھ بھی حاصل ہو گئی، اللہ تعالیٰ نے علم کے ساتھ عمل بھی دے دیا، آگے کیا کرنا ہے؟ آپ کے پیش نظر کیا ہو گا؟ آج کی کی دنیا میں کالج اور یونیورسٹی اور اسکولوں کے طالب علم تو یہ دیکھتے ہیں کہ ڈگری ملے گی تو سرکاری دفتروں میں نوکری ملے گی، آپ کے یہاں تو یہ قصہ نہیں، آپ کی سند اور ڈگری پر تو کوئی نوکری نہیں، لیکن بدقسمتی سے کہوں یا خوش قسمتی سے، کچھ نوکریاں یہاں بھی ملنے لگیں، ہماری سند پر اور ہمارے اس فارغ ہونے پر، کہیں مدرسہ کی مدرسی اور کہیں کسی مسجد کی امامت وخطابت وغیرہ۔

**علما کا منصب جلیلہ:**......قرآن سے پوچھئے، قرآن کیا چاہتا ہے؟ آپ کو کیا کرنا چاہئے؟ آپ کی اور ہر ایک کی نظر اس پر جاتی ہے کہ پڑھنے کے بعد ہمیں کہیں ملازمت کرنی ہے، معاش کی فکر اپنی جگہ ہے، وہ بھی شریعت کے احکام کے تابع ہے، وہ کوئی گناہ نہیں، عیب نہیں، کسب المعاش فریضة بعد الفریضة۔ حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسب معاش بھی فریضہ ہے، دوسرے فرائض کے بعد، لیکن علم پڑھنے کے نتیجے میں کسب معاش اس پر مرتب کرنا یہ قرآن کے الفاظ کو دیکھو، معلوم ہو گا کہ اس سے یہاں کوئی تعلق ہی نہیں، علم پڑھنے کے بعد آپ کی معاش کیا ہو گی؟ قرآن اس کی طرف بھی اشارہ نہیں کرتا، علم پڑھنے کے بعد تمہیں کیا کرنا ہے؟

﴿ولینذروا قومهم اذا رجعوا الیهم﴾ تو دو طبقے ہو گئے، اوپر کی آیت میں دو طبقہ کر دیئے گئے تھے، ایک طبقہ وہ جو جہاد میں جاتا ہے، اللہ کے لئے جہاد کرتا ہے، جانیں اپنی قربان کرتا ہے اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے، یہ ایک طبقہ ہے، رہ گیا دوسرا طبقہ جو علم دین حاصل کرے، تو اس طبقہ کی ذمہ داری یہ ہے کہ جس نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رہ کر علم دین اور تفقہ فی الدین حاصل کیا ہے۔ ﴿ولینذروا قومهم اذا رجعوا الیهم﴾ یعنی جب وہ لوگ واپس آئیں جو

جہاد میں گئے ہوئے ہیں، ان کو انذار کرو۔ ﴿لعلہم یحذرون﴾ اگر تم ان کو انذار کرو گے، ان میں حذر (ڈر) پیدا ہوگا، آخرت کی فکر پیدا ہو جائے گی۔

عزیزو! قرآن کے الفاظ میں تو غور کرو، بہر حال قرآن کریم اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کسب معاش کے منافی تو نہیں؟ اور کسب معاش کو حرام قرار نہیں دیتے، بلکہ فریضة بعد الفریضة کہتے ہیں، لیکن تعلیم دین پر مرتب نہیں کرتے، تعلیم دین کے بعد تمہاری نوکری کیا ہوگی؟ کیا کہیں مدرسہ میں مدرس بنو گے؟ یا مسجد کے امام وخطیب بنو گے؟ قرآن نے نہ یہاں امامت کا ذکر کیا اور نہ کسی مدرسی کا، قرآن نے ذکر یہ کیا ﴿ولینذروا قومهم﴾ انذار کرو اپنی قوم کو، وہ قوم کہ جو دوسرے کام میں لگی ہوئی تھی اور اسے علم دین سیکھنے کا موقع نہیں ملا، ان کو انذار کرو، تمہیں جو کچھ علم دین حاصل ہوا ہے، امانت ہے وہ ان تک پہنچاؤ۔

غرض کہ عمر بھر کی خدمت اور عمر بھر کی ڈیوٹی اور ذمہ داری تمہارے عالم ہونے کی صرف اتنی ہے کہ جو کچھ امانت علم دین کی تمہیں حاصل ہوئی ہے، یہ ان لوگوں کو پہنچا دو جنہیں علم دین حاصل نہیں۔

**انذار وتبلیغ کی عمومیت:**......اس جگہ قرآن نے ﴿لینذروا قومهم﴾ کہا ہے، مقصد کے اعتبار سے غور کرو، تو یہ مفہوم عام ہو جائے گا، مراد یہ ہے کہ جو لوگ علم دین حاصل کرنے سے قاصر رہے، اس واسطے کہ ان کو جہاد کرنا تھا، اس میں وہ لوگ بھی شامل ہو جائیں گے جو دوسری جائز چیزوں کی وجہ سے قاصر رہ گئے، جیسے تجارت پیشہ لوگ ہیں، زراعت پیشہ لوگ ہیں، کاشت کاری اور مزدوری کرنا یا تجارت کرنا دین کے فرائض میں سے تو نہیں ہے، اپنی دنیاوی ضروریات اور جائز ضرورت حلال ضرورت کے مطابق لگ کر تجارت میں لگ گئے، مزدوری میں لگ گئے، صنعت میں لگ گئے یا کسی اور کام میں لگ گئے اور اس واسطے ان کو علم دین حاصل کرنے کی فرصت نہ مل سکی تو تمہاری ذمہ داری ہے کہ ان کو پہنچاؤ، جن لوگوں نے علم دین پڑھا ہے۔ تفقه فی الدین حاصل کیا ہے، ان کی ذمہ داری لگا دی کہ ان لوگوں کو علم دین پہنچاؤ، جنہیں کسی جائز وجہ سے علم دین حاصل نہیں ہو سکا، خواہ جہاد وجہ ہو یا دوسری وجوہ ہوں، جن کو شریعت میں جائز قرار دیا ہے۔

**تبلیغ وتعلیم کا فرق:**......پہنچانا کیا ہے؟ پہنچانے کی دو قسمیں ہیں، قرآن نے اس جگہ کی تفصیل نہیں کی، جو امانت علم دین کی آپ نے حاصل کی ہے، وہ دوسروں تک پہنچانے کی دو قسمیں ہیں، ایک تعلیم، دوسری تبلیغ، تعلیم وتبلیغ میں فرق سمجھتے ہو یا نہیں؟ تبلیغ کے معنی ایک کلمہ کو پہنچا دینے کے ہیں، ایک بے علم کو واقف کر دینا، ایک شخص کو علم نہیں ہے، مسئلہ کا اس کو مسئلہ بتا دینا، یہ تبلیغ ہوگئی، ایک شخص کو ایمان کی حقیقت معلوم نہیں، اس کو بتا دیا کہ اللہ ایک ہے اور اس کے ساتھ کسی دوسرے کو شریک کرنا حرام ہے، تبلیغ ہوگئی۔

تعلیم کہتے ہیں دین کو تھوڑا تھوڑا ترتیب کے ساتھ پورا بتانا، تبلیغ میں تو یہ کہہ دیا کہ نماز پڑھا کرو، اب جا کر تم نماز پڑھو، تعلیم میں اسے تمام آداب وقواعد سکھانے پڑیں گے، تعلیم کا لفظ عربی لغت کے اعتبار سے بھی آتا ہے، تھوڑا تھوڑا آہستہ

آہستہ سکھانا، تعلیم کا ترجمہ سکھانا ہے اور تبلیغ کا ترجمہ پہنچانا ہے، ان دونوں لفظوں میں اردو زبان کے اعتبار سے بھی فرق ہے، سکھانا اور پہنچانا کسی کو ایک بات پہنچادی یہ اور چیز ہے اور کسی کو کام سکھانا اور چیز ہے۔

**تبلیغ وتعلیم، علماء کے فرائض ہیں:**...... دونوں فرائض علماء کے ہیں، تعلیم بھی، تبلیغ بھی، تعلیم دینے کی بھی ضرورت ہے، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دونوں شانیں تھیں۔ ﴿بلّغ ما انزل الیك من ربك﴾ تبلیغ کرنے کا حکم دیا گیا اور ایسے ہی ''انما بعثت معلماً'' اور قرآن مجید میں فرمایا گیا ﴿یعلمهم الکتاب والحکمة﴾ تعلیم کتاب وحکمت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرائض منصبی میں شامل تھی، تو تعلیم بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرائض منصبی میں ہے اور تبلیغ بھی۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں چیزوں کے متعلق ہدایتیں کی ہیں، معلمین کے لئے الگ ہدایتیں کی ہیں اور مبلغین کے لئے الگ اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں کام کئے ہیں، تعلیم کا بھی، تبلیغ کا بھی۔

**تبلیغ کی فوقیت:**...... لیکن اس جگہ قرآن عظیم نے تعلیم سے بھی آگے تبلیغ کو ذکر فرمایا ہے: ﴿ولینذروا قومهم اذا رجعوا الیهم﴾ انذار کریں اپنی قوم کو جب وہ لوٹ کر آئیں، انذار ایک قسم کی تبلیغ ہے، تعلیم نہیں، تبلیغ کو اس جگہ ساری چیزوں سے مقدم رکھا ہے، اس سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ تعلیم کا حاصل بھی تبلیغ ہی ہے۔

غور کرو جتنے طلبہ کو ہم یہاں تعلیم دے رہے ہیں ان کا منشا کیا ہے؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اور اللہ کے احکام پہنچانا تبلیغ کا مفہوم ہے، اس کی ایک مکمل صورت یہ ہے کہ دین کے احکام خواہ ان کو اس کی ضرورت ہے یا نہیں، ہم نے ان کو سارے سکھا دیئے، پڑھا دیئے، تاکہ آگے جاکر یہ اور لوگوں تک پہنچائیں، تعلیم کا بھی اصل مقصود تبلیغ ہے، اگر تعلیم تعلیم ہی کے درجے میں رہے اور تعلیم تک نہ پہنچ سکے تو اس کا حاصل پھر یہ ہے کہ وہ اپنے مقصد کو پہنچا نہیں، اگر ہماری تعلیم یہ رہے کہ ہم نے جو کتاب پڑھی وہ دوسروں کو پڑھا دیں صرف اتنا کام نہیں بلکہ کتاب پڑھانے کے پیچھے یہ بھی ہے کہ اس کو دین سکھا دیں اور اسے دوسروں تک پہنچا دیں۔

**انذار کا مفہوم:**...... قرآن مجید نے اس آیت میں اہل علم کا مقصد زندگی تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد بتایا، انذار، اب غور کرو قرآن کے الفاظ میں کہ قرآن نے تبلیغ نہیں کہا، بلغوا نہیں کہا ﴿لیبلغوا قومهم﴾ نہیں کہا بلکہ ﴿لینذروا قومهم﴾ فرمایا۔ قرآن کے ایک ایک حرف اور ایک ایک لفظ میں عجیب وغریب نکات ہیں، مگر افسوس یہ ہے کہ نہ قرآن کو کوئی اس نیت سے پڑھتا ہے، عوام کے تو کہنے کیا ہیں، عالموں کو فکر نہیں، ہر بات میں ذرا ذرا سے ردوبدل سے بڑا فرق اور بڑے دوررس فوائد پیدا ہو جاتے ہیں۔

انذار کا مفہوم سمجھیں، انذار کے لفظی معنی ڈرانے کے ہیں اور اسی لئے نذیر ڈرانے والے کو کہا جاتا ہے، انبیاء کی شان میں بشیر ونذیر دونوں صفت آتی ہے، بشیر اس واسطے کہ وہ نیک کام کرنے والوں کو خوش خبری سنانے والے ہیں اور نذیر (ڈرانے والے) اس لئے کہ وہ جہنم سے اور اللہ کے عذاب سے ڈراتے ہیں، لیکن مطلق ڈرانے کے معنی نہیں، عربی لغت

کو اللہ تعالیٰ نے عجیب خوبی عطا فرمائی ہے، اس کے عجیب خواص ہیں، ڈرنے کے معنی میں خوف کا لفظ بھی آتا ہے، نذیر کا مادہ بھی خوف کے معنی میں آتا ہے، خوف تو ہے ہی اور بہت سے الفاظ آتے ہیں خوف کے معنی میں، حذر بھی خوف کے معنی میں آتا ہے۔

**انذار وتخویف کا امتیاز اور ان کے نتائج:**......لیکن انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کے لئے جو صفت بتائی ہے، وہ نذیر بتائی اور اہل علم کو حکم دیا تو وہ انذار کا حکم دیا ہے، وجہ اس کی یہ ہے کہ انذار کے معنی مطلق ڈرانے کے نہیں، جہاں تک ڈرانے کا تعلق ہے تو بلی، شیر اور بھیڑیا بھی ڈراتا ہے اور انسان اس سے ڈرتا ہے کہ پھاڑ کھائے گا، ایک چور، ڈاکو ڈراتے ہیں کہ ہم تمہیں مار ڈالیں گے، ایک حاکم افسر ڈراتا ہے، غرض ایک ڈرانا تو وہ ہے جو تکلیف سے ڈرایا جاتا ہے، اپنی قوت قاہرہ کی بنا پر، اس کا نام انذار نہیں، اس کو تخویف کہیں گے۔

انذار اس ڈرانے کو کہیں گے جو شفقت کی بناء پر ہو، شفقت ومحبت کے داعیہ سے انذار پیدا ہو، اس ڈرانے کا نام انذار ہے، جیسے باپ ڈراتا ہے بیٹے کو بچھو سے، سانپ سے، آگ سے، باپ کہتا ہے کہ بیٹا آگ کے قریب ہاتھ نہ کرو، ہاتھ جل جائے گا اور تمام مضر چیزوں سے ڈراتا ہے، یہ ڈرانا ایسا نہیں جیسے چور ڈراتا ہے، چور بھی ڈراتا ہے، ڈاکو بھی ڈراتا ہے اور باپ بھی ڈراتا ہے، ان میں بڑا فرق ہے یا نہیں؟ چور ڈاکو کو اس سے کوئی ہمدردی نہیں، وہ تو اس کا مال چھیننے کے لئے ڈراتا ہے اور انذار کہتے ہیں، اس کو جو ہمدردی سے پیدا ہو، جیسے استاد ڈراتا ہے شاگرد کو کہ دیکھو، اگر ایسا کرو گے تو تمہارا نقصان ہو جائے گا، پیر ڈراتا ہے اپنے مرید کو، باپ ڈراتا ہے اپنی اولاد کو، الغرض جو ہمدردی وشفقت سے پیدا ہو اس کا نام ہے انذار، اسی واسطے انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کی شان میں نذیر کا لفظ آیا، بشیراً و نذیراً۔ کیوں کہ انبیاء علیہم السلام کی شان یہی ہے کہ وہ دشمنوں کو بھی اگر کوئی ڈر کی بات سناتے ہیں تو وہ ہمدردی سے پیدا ہوتی ہے اور ان دونوں کا بڑا فرق ہے کہ جو تخویف چور ڈاکو کرتا ہے اور وہ تخویف جو باپ اور استاد کرتا ہے وہ انذار اور یہ زمین وآسمان کا فرق ہے اور اثرات کا بھی فرق ہے، ظاہر ہے کہ چور، ڈاکو ڈراتا ہے (انسان) اس سے ڈرتا بھی ہے اور عمر بھر کے لئے اس کا دشمن ہو جاتا ہے، اس کی شکل دیکھنے سے بھی بھاگتا ہے، آج تو اتفاق سے مل گیا، لیکن آئندہ ایسی کوشش کرے گا کہ اس کی شکل نظر نہ آئے، اس تخویف کا اثر تو یہ ہوتا ہے۔

اور انذار کا کیا اثر ہوتا ہے؟ جتنا وہ ڈراتا ہے اتنی ہی اس سے محبت بڑھتی ہے۔ جس اولاد کو تربیت کرنے کے لئے شفقت کے ساتھ باپ زیادہ ڈرائے گا اور مار پیٹ بھی تھوڑی سی کرے گا، اس سے ہی زیادہ محبت ہوگی، ایسے ہی استادوں کا قصہ ہے، استاد اگر محبت وشفقت سے اپنے شاگرد کو اس کی اصلاح کی خاطر ڈراتا ہے، دھمکاتا ہے، برا بھلا کہتا ہے، ڈانٹتا ہے، مارتا ہے، نکال دیتا ہے، تجربہ ومشاہدہ کہ جتنا ایسا معاملہ استاد کرے گا، اسی استاد سے زیادہ محبت ہوگی۔

میرا تو خود اپنا تجربہ ہے کہ جس اولاد کو زیادہ مارا پیٹا ہے اور اس پر تنبیہات کا سلسلہ جاری رکھا ہے اسی کو مجھ سے زیادہ

محبت ہوئی، میری اولاد میں جس کے ساتھ یہ سلسلہ کم رہا، ان کے ساتھ کم محبت ہوئی اور جن کے ساتھ زیادہ رہا اور ان سے زیادہ محبت ہوئی، شاگردوں کا بھی یہی حال ہے۔

**جدید وقدیم طلبا و اساتذہ کا طرز عمل:**...... ہمارے آج کل کے جو شاگرد ہیں، خدا بچائے ان شاگردوں سے، ان سے یہ ڈر لگا رہتا ہے کہ کہیں ہماری ٹوپی نہ اتار لیں، ہم یہاں سے اٹھ کر جائیں تو ہماری قیمت نہ چلی جائے، جن طالب علموں کو ہم نے پڑھایا تھا، ان کو ہم تو مارا پیٹا کرتے تھے، برا بھلا کہنا، ڈانٹ دینا، نکال دینا، یہ تو روزمرہ کا دھندہ تھا، ذرا سی بات پر بھی، کسی کی مجال نہیں تھی کہ استاد کے خلاف کوئی بات کہے، ہمارے طالب علمی کے زمانے میں تو اچھا خاصا یہ معمول تھا کہ پیٹا جاتا تھا، ہمارے ادب کے استاذ حضرت شیخ الادب مولانا اعزاز علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا قصہ یاد آیا، ہم نے ادب کی ساری کتابیں مفید الطالبین سے لے کر حماسہ تک اتفاق سے ان سے پڑھی ہیں، ایسا اتفاق کم ہوتا ہے کہ ایک فن کی ساری کتابیں ایک استاذ سے آدمی پڑھے، مگر ہماری کچھ رعایت بھی کی جاتی تھی، دارالعلوم میں اللہ کے فضل سے سب اساتذہ خوش تھے، اس واسطے ہماری رعایت کرتے تھے اور ہم یہ چاہتے تھے کہ ہماری ادب کی ساری کتابیں مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ہوں۔

''مفید الطالبین''، ہم نے شروع کی، مفید الطالبین کے پڑھاتے پڑھاتے ہماری ''صرف نحو'' انہوں نے پکی کرادی۔ ''الباب الاول'' پر پہنچے، جو کہ مفید الطالبین کا پہلے باب کا عنوان ہے، الباب یہ فعل ہے، اسم ہے یا حرف؟ اب ہم بغلیں جھانکنے لگے، اس واسطے کہ نحو میر یاد نہیں تھی، کسی نے کہہ دیا چوں کہ الف لام لگا ہوا ہے، اسم کی علامت ہے، اسم ہے، آپ نے فرمایا، کون سا اسم ہے؟ ساری نحو میر کا اجراء کرایا، نہ بتانے پر فقط یہ نہیں کہ تنبیہات ہوں۔ ''تنبیہ الغافلین'' ساتھ رہتی تھی اور جہاں غلطی کی وہ آیا، ہم چودہ پندرہ آدمیوں کی جماعت تھی، کوئی بڑی جماعت نہیں تھی، چھوٹی جماعت تھی، ہر وقت ڈر لگا رہتا تھا کہ اب پڑی، یہ اللہ کا انعام وکرم ہے کہ چودہ آدمی تھے، سب پر برسی، مجھ پر نہ برسی، مجھ پر اللہ تعالیٰ نے کرم کیا تھا، استاذ بھی خوش تھے اور ڈرتا بھی بہت تھا، اس واسطے للہ تعالیٰ نے مجھے اس سے محفوظ رکھا، کبھی مار نہیں پڑی۔ بس عنایتیں رہیں، البتہ کبھی کبھی خفا ہو گئے، تیز نگاہ سے دیکھ لیا، بس یہی میرے لئے مار تھی، مار پڑنے کی نوبت نہیں آئی، سچ کہہ رہا ہوں کہ ہم نے اس طرح پڑھا تھا، اس کا نتیجہ تھا کہ ''نفحۃ الیمن'' پڑھنے کے زمانے میں ہم نے عربی نظم کا امتحان دیا، عربی تحریر فقط نہیں، عربی نظم، اشعار اور مفتی کفایت اللہ صاحب جو ادیب بہت اچھے تھے، ان کو ہمارے امتحان کے لئے دہلی سے بلایا گیا تھا، چنانچہ انہوں نے ہمارا امتحان لیا اور ایک مصرعہ دیا کہ اس پر نظم لکھو، تین چار گھنٹے امتحان کا وقت تھا، ان چار گھنٹوں میں دس شعروں کی ایک نظم لکھ کر پیش کردی، یہ ''نفحۃ الیمن'' کا زمانہ تھا، آج تو حماسہ پڑھ کر بھی کوئی یہ نہیں کرسکتا۔

وجہ اس کی تعلیم وتربیت کا ایک ڈھنگ تھا، استاد کا خوف، استاد کی عظمت ومحبت اور چوں کہ ان کی روش یہ تھی جس پر یہ بات کرنے کی نوبت آئی، وہ مار پیٹ کرتے تھے، اس لئے اتنی محبت ان کی ہمارے دلوں میں پیدا ہوگئی تھی، کسی استاد کی

اتنی محبت ہمارے دلوں میں نہیں تھی، جتنی محبت ان کی ہمارے دلوں میں تھی، اگر چہ مجھ پر مار کی نوبت نہیں آئی، البتہ ایک دو دفعہ خفا ہونے کا معاملہ ہوا، بس مجھے یہ معلوم ہوا کہ میری جان نکل گئی، اس طرح سے استادوں سے پڑھا تھا اور ان سے تعلق رکھا تھا، اس سے کچھ آجایا کرتا تھا، آج کا طالب علم؟ استاد کہیں، شاگرد کہیں؟ اور مجال ہے استاد کی کہ شاگرد کو ایک لفظ بھی کہہ دے، اللہ اللہ! کہاں بات چلی گئی؟

میں اس پر کہہ رہا تھا کہ انذار کا لفظ اختیار کیا گیا ہے، اصل چیز تبلیغ ہے اور تعلیم کا بھی انجام پھر تبلیغ ہے اور اس کے لئے قرآن نے لفظ انذار اختیار کیا ہے، جس پر یہ ساری باتیں ہوئیں، ہمدردی وشفقت سے جو ڈراتا ہے، اس کا اثر کچھ اور ہوتا ہے، چنانچہ ہمارا تجربہ یہ ہے کہ الحمدللہ اب کوئی دن خالی نہیں جاتا، اتنی عمر ہوگئی کہ اپنے ان استاذ کو ایصال ثواب کرتا ہوں اور مولانا اعزاز علی رحمۃ اللہ علیہ کو ہمیشہ یاد رکھتا ہوں، انہوں نے مجھ پر شفقت کی اور مار پیٹ بھی ہوئی، تنبیہات بھی ہوئیں، ان کی محبت رگ وپے میں سرایت کرگئی۔

**قصور کس کا ہے؟**...... تجربہ شاہد ہے، لوگ کر کے نہیں دیکھتے، آج بھی الحمدللہ طلبہ میں تنفر نہیں ہے، طلبا کا بھی قصور ہے، استادوں کا بھی، استاد اگر ہمدردی اور محبت سے طلبا کی اصلاح کے لئے یہ چاہیں کہ ہمارے طالب علم کے اخلاق درست ہوجائیں، ان کی تعلیم ٹھیک ہوجائے، اس پر مار پیٹ بھی کریں، تنبیہات بھی کریں، ممکن ہے کہ ایک آدھ دفعہ کسی کو ناگوار بھی ہوجائے، لیکن جب ان کو معلوم ہوگا کہ اس کو کوئی غرض نہیں، ہماری محبت میں کرتا ہے تو پھر وہی عاشق ہوجاتے ہیں اور محبت ان کے دل میں سما جاتی ہے، افسوس یہ ہے کہ یہ طریقہ جاتا رہا، کالجوں اور اسکولوں کا سا طرز ہوگیا، مدرس نے پڑھا، اپنے گھر چلا گیا اور طالب علم نے پڑھا، اپنے حجرہ میں چلا گیا، کسی کو دوسرے سے واسطہ نہیں۔

غرض یہ کہ انذار وہ چیز ہے جس سے ہمدردی اور شفقت اور بڑھتی ہے، قرآن نے اس کو اختیار ﴿ولینذروا قومھم﴾ انذار کرو اپنی قوم کو، ان کی تبلیغ کرو، تبلیغ بھی بشکل انذار، یعنی ہمدردی اور شفقت کے ساتھ، ان کو دین کے مسائل پہنچاؤ۔

**تعلیم کی صحیح تربیت:**...... ہمارا اپنا اصول یہ تھا کہ بچپن سے پہلے قرآن مجید پڑھایا، بچہ قرآن پڑھ کر فارغ ہوا تو فارسی درجہ میں داخل ہوا، فارسی، ریاضی، حساب وکتاب اقلیدس، یہ ساری چیزیں جو میٹرک تک کی تعلیم ہے، وہ ہمارے درجہ فارسی تک میں پڑھائی جاتی تھیں، میٹرک تک کی تعلیم میں نے خود سیکھی ہے، حساب جو آج بی اے تک حساب ہے، وہ میں نے پڑھا ہے، اقلیدس میں نے پڑھی ہے، اس طرح مساحت کا کام جس کا آج کل بہت بڑا محکمہ بنا ہوا ہے، وہ میں نے سیکھا ہے اور سب فارسی پڑھنے کے زمانے میں سیکھا، پانچ سال کا کورس تھا، اس پانچ سال کے کورس میں سب چیزیں سیکھیں، عربی کا ابھی نام تک نہیں پڑھا تھا، اس کے بعد جاکر عربی میں داخلہ ہوا۔

**پیغمبرانہ طریق اصلاح اور ہم:**...... کرنے کا کام تو یہ ہے جو قرآن نے بتایا ﴿ولینذروا قومھم﴾ مقصد زندگی بنانا ہے اس بات کو کہ یہ امانت اللہ اور اللہ کے رسول کی ہم تک پہنچی ہے، جس کا نام وراثت نبوت ہے۔ العلماء ورثة الأنبیاء

علما انبیا کی وراثت ہیں۔ یہ انبیا کی وراثت آپ کو ملی ہے، یہ امت کو پہنچانی ہے اور پہنچانی بھی شفقت اور ہمدردی کے ساتھ، انذار کے لفظ سے اشارہ کر دیا، اس بات کی طرف کہ شفقت و ہمدردی کے ساتھ یہ امت کو پہنچانی ہیں۔

اب ہمارے ہاں تو معاملہ رو کھا ہے، انذار کرنے والے کہاں سے لائیں؟ اول تو جیسا میں عرض کر رہا ہوں، ادھر دھیان ہی نہیں ہوتا، تبلیغ کی طرف، نہ دوسروں کو سکھانے کی طرف دھیان ہوتا ہے، سینکڑوں میں کوئی ایک ایسا نکلتا ہے جسے دوسروں کی تعلیم و تبلیغ و اصلاح کی فکر ہوتی ہے، اس میں ایک اور روک شیطان نے لگادی، وہ یہ کہ جو انذار کا لفظ قرآن کریم نے اختیار کیا تھا، اس کی طرف دھیان نہیں کرتا، قرآن کی تعلیم کا حاصل انذار کے لفظ سے یہ ہے کہ لوگوں کو پیغمبرانہ تعلیم دو، پیغمبروں کی طرح سے، تشدد کے الفاظ نہ بولو، برا نہ مناؤ، اشتعال نہ پیدا کرو، تمہارا جو مخالف ہے، مخالف عقیدہ رکھتا ہے، مخالف رائے رکھتا ہے، تمہارے خلاف ہے، اس کو دعوت دو قریب کر کے، انذار کے طریقے پر اور انذار اس کا نام ہے کہ شفقت و ہمدردی کے ساتھ یہ بات کہ کسی طرح سے یہ درست ہو جائے، صحیح عقیدہ کو مان لے، اس طرح سے پہنچاؤ، اس کا تو دنیا میں بالکل قحط ہے، سارا قرآن پیغمبروں کی تعلیم سے بھرا ہوا ہے، حضرت ہود علیہ السلام کا غالباً واقعہ ہے۔

﴿انا لنرٰك فی سفاهة وانا لنظنك من الكاذبين﴾ ''ہم تو تم کو بے وقوف سمجھتے ہیں اور جھوٹا بھی سمجھتے ہیں۔'' اس سے بڑی گالی اور کون سی ہوگی، مہذب گالی اس سے بڑی اور کون سی ہوگی کہ تم بے وقوف بھی ہو اور جھوٹ بولنے والے بھی ہو، پیغمبر کیا جواب دیتے ہیں؟ اگر تمہیں کوئی دوسرے فرقہ کا آدمی کہہ دے تو کیا جواب دو گے؟ باپ دادا تک کی خبر لے لو گے، لیکن پیغمبر نے کیا جواب دیا؟ قرآن کے الفاظ دیکھو، وہ تو کہہ رہے ہیں ﴿انا لنرٰك فی سفاهة وانا لنظنك من الكاذبين﴾ پیغمبر نے جواب دیا: ﴿یاقوم لیس بی سفاهة ولٰكنی رسول من رب العالمين﴾ ''اے میری برادری! ان کو خطاب کرتے ہیں اپنی شرکت کے ساتھ کہ میں تم ہی میں سے ایک ہوں، تم میری برادری ہو اور میرے بھائی ہو۔ یا قوم!'' اے میری برادری! ﴿لیس بی سفاهة﴾ اسے سمجھو! میں بے وقوف نہیں ہوں، ﴿ولٰكنی رسول من رب العالمين﴾ یہ ہے سیدھا سادا جواب، گالی کا جواب، سارا قرآن ایسی مثالوں سے بھرا پڑا ہے۔

ابراہیم علیہ السلام نے اپنے والد کو تلقین فرمائی، انہوں نے کہا: ﴿ لارجمنك ﴾ ہم تمہیں سنگسار کر دیں گے، تم ہمارے الٰہ کا انکار کرتے ہو اور ہمارے معبودوں کا اور بتوں کا انکار کرتے ہو۔ ﴿لئن لم تنته﴾ اگر تو ہمارے بتوں کو برا کہنے سے باز نہیں آئے گا تو ہم تمہیں سنگسار کر دیں گے اور چلے جاؤ نکل جاؤ ﴿واهجرنی ملیا﴾ اور زمانہ دراز کے لئے یہاں سے نکل جاؤ، باپ نے یہ کہا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام مشرک باپ کو کیا جواب دیتے ہیں: ﴿سلام علیك سأستغفر لك ربی انه كان بی حفیا﴾ ''کہ میں اللہ سے آپ کے لئے استغفار کروں گا، وہ مجھ پر مہربان ہے۔'' یہ طریقہ اختیار کرو، یہ ہے پیغمبرانہ طریق دعوت جو علم دین کے حاملین کا شعار ہونا چاہئے۔

وآخر دعوانا أن الحمدلله رب العالمين